اجماعِ اُمّت

شیخ الحدیث جناب عبد المالک صاحب - منصورہ - لاہور

(۲)

امتیازی نام اجماع کی حجیت تو اس قدر واضح ہے کہ اہلِ حق کا نام ہی اہل سنت والجماعت پڑ گیا۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اہل حق کا امتیازی نام "اہل سنت والجماعت" اسی لیے پڑا ہے کہ وہ سنتِ رسولؐ اور اجماعِ امت کی حجیت کے قائل ہیں۔

"امتاز اهل الحق من هذه الامة بالسنة والجماعة عن اهل الباطل الذين يزعمون انهم يتبعون الكتاب ويعرضون عن سنة رسول الله وعما مضت عليه جماعة المسلمين۔

(تفسیر قاسمی ج ۱ - ص ۲۸۷

جدید دور کے محقق عبدالوہاب خلاف فرماتے ہیں:

"اذا تحققت اركان الاجماع ...... كان هذا الحكم المتفق عليه قانوناً شرعياً واجباً اتباعه ولا يجوز مخالفته" (علم اصول الفقه ص ۴۶)

حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو لکھا:

"اقض بما فی کتاب الله فان لم تجد فبما فی سنة رسول الله فان لم تجد فبما به قضى الصالحون قبلك وفى رواية فبما اجمع عليه الناس" (فتاوی ج ۱۹ ص ۲۰۱)

(کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو اس میں نہ پاؤ تو سنتِ رسول اللہ سے، اس میں نہ پاؤ تو اپنے سے پہلے صالحین کے فیصلوں کے مطابق اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کے اجماع کے مطابق)۔

"وهو حجة قاطعة عند الاكثر خلافا للنظام فى آخرين"

(نظام اور کچھ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر اکثر کے نزدیک حجت قطعی ہے)

مشہور مصری محقق عفیف عبدالفتاح طبارہ فرماتے ہیں:

"فمتى اتفق هؤلاء على امر وجب على الامة الطاعة وعلى الحاكم التنفيذ فان ابى اسقطوه" المختصر فى اصول الفقه من على مذهب الامام احمد بن حنبل۔ جب اہل حل وعقد (یعنی اولی الامر) ایک بات پر متفق ہو جائیں تو امت پر طاعت اور حکمران پر اس کی تنفیذ لازم ہے۔ وہ ایسا کرنے سے انکار کردے تو اسے اقتدار سے الگ کر دیں" (روح الدین الاسلامی صہ ۲۳۸)

علامہ جمال الدین افغانی فرماتے ہیں:

واخبر الصادق صلى الله عليه وسلم ان "يد الله مع الجماعة" وكفى بالقدرة الالهية اذا صح الاجتماع وصدقت الالفة. وقد بلغت مكانة الاتفاق فى الشريعة اسمى درجة فى الرعاية الدينية حتى جعل اجماع الامة واتفاقها على امر من الامور كاشفاً عن حكم الله وما فى علمه واوجب الشارع الاخذ به على عموم المسلمين وعد جحوده مروقاً من الدين وانسلاخاً عن الايمان"۔

صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ "جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے"۔ جب صحیح معنی میں اجتماعیت قائم ہو جائے اور الفت پیدا ہو جائے تو اللہ کی قدرت کافی ہو جاتی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اتفاق کی رعایت نہایت اونچے درجے پر رکھی گئی ہے حتی کہ اجماعِ امت کو اللہ کے حکم اور علم کے "کاشف" کے مقام پر رکھا گیا ہے۔ شریعت نے اسے قبول کرنے کا تمام مسلمانوں کو پابند کیا ہے۔ اس کے انکار کو دین سے خروج اور ایمان کو چھوڑ دینا قرار

قرار دیا ہے"۔ (العروۃ الوثقیٰ ص ۱۱۷)

ڈاکٹر عبدالحمید سلیمان فرماتے ہیں:

و نتائج نظام الشوریٰ فی نظام الدولۃ الاسلامیہ ھو الفکر والقناعۃ والفھم الجماعی ..... فیجعل المسلمین یداً واحدۃ وجسداً صحیحاً ونسیجاً قویاً متماسکاً (قضایا الفکر الاسلامی المعاصر ص ۲۷)

مولانا اسحاق سندیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"اجماع کے معنی ہیں ایک زمانے کے کل مجتہدین اہل سنت والجماعت کا کسی مسئلہ پر متفق الرائے ہو جانا۔ ایسی صورت میں وہ مسئلہ یقینی الثبوت ہو جاتا ہے اور اس کو صحیح سمجھنا واجب ہو جاتا ہے۔ اجماع احکام شرعیہ کے لیے مثبت ہے نہ کہ قیاس کی طرح محض مظہر، لیکن اس کے مثبت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کے کسی حکم سے ماخوذ ہوتا ہو۔ اب اجماع اس میں قطعیت پیدا کر دیتا ہے یا اس کی قطعیت کی تاکید وتائید کر دیتا ہے۔ اول الذکر حکم اسی صورت میں ثابت ہوتا ہے جب کہ کتاب یا سنت سے جو حکم ثابت ہوا ہے وہ ظنی ہو۔ ایسی حالت میں اجماع اُسے قطعی ویقینی کے درجے میں پہنچا دے گا۔ مؤخر الذکر حکم اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کہ مجمع علیہ حکم پہلے سے قطعی ہو۔ اجماع کا فائدہ اس صورت میں بھی ہوتا ہے کہ وہ اس کی قطعیت کی تاکید کر دیتا ہے"۔ (اسلام کا سیاسی نظام ص ۴۸-۴۹)

مزید لکھتے ہیں:

"اجماع کو حجت قرار دینا اجتماعیت ونظم کے بقا واستحکام کے لیے نہ صرف مفید بلکہ ضروری ہے۔ کسی مجمع علیہ مسئلہ میں بھی اگر زمانہ کے بعد اختلاف کی گنجائش رہے تو اس سے جماعت میں انتشار وتشتت اور فرقہ بندی وتحزب کا مرض پھیلنے کا شدید اندیشہ ہے جو قطعی طور پر نظام عمران اور تمدن کے لیے مہلک ہے۔ اجماع کی حجیت بھی سلف صالحین سے ثابت ہے اور اسی بارے میں ان میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں البتہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کن لوگوں کا اجماع معتبر ہے۔ اکثر کا مسلک تو وہی ہے جو ہم نے شروع بحث میں ذکر کیا ہے، یعنی ایک زمانے کے کل مجتہدین کا اجماع"۔ (اسلام کا سیاسی نظام ص ۵۱-۵۲)

مولانا حامد انصاری اپنی کتاب "اسلام کا نظامِ حکومت" میں فرماتے ہیں:

"اسلامی حکومت کے اصحابِ علم و تدبر کی رائے عامہ کا کسی قانونی معاملہ میں متحد ہو جانا اجماع ہے اس کی نمایاں علامت یہ ہے کہ اس اتحاد کے بعد اسلامی معاشرہ کی پوری رائے عامہ اس فیصلہ پر جمع ہو جاتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اُمت کے صالح مدبرین اور دانشمند عوام کسی فیصلہ پر جمع ہو جاتے ہیں تو وہ قانون کا درجہ حاصل کر لیتا ہے"۔

علامہ ابوالبقاء حنفی لکھتے ہیں:

"اُمتِ محمدیہ کے اربابِ اجتہاد (درجہ اول کے مفکرین و مدبرین) کا قانونی حکم پر جمع ہو جانا اجماع ہے اور اس کو قانونی طور پر حجت سمجھا جاتا ہے۔ قانونی قیاس اور قانونی تقلید بھی اسی سلسلہ کے ماتحت ہیں۔ قانونِ اجماع کے جو نظائر تواتر اور تسلسل کے ساتھ باقی ہیں ..... ان کو قطعی قانون کا درجہ حاصل ہے۔ قانونِ اجماع کی خلاف ورزی ناجائز ہے"۔

اُمت کی اکثریت بھی اجماع کا فائدہ دیتی ہے اکثریت کا فیصلہ سوادِ اعظم کا فیصلہ ہے اس لیے اس کو قانون میں مناسب اہمیت حاصل ہے۔ (فاروق اعظم نے سات اصحاب کی شوریٰ کونسل میں حضرت ابن عمر کو اکثریت کے فیصلے کو قبول کرنے کی ہدایت کی تھی)۔

ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

"خداوندِ عالم نے اُمتِ اسلامیہ کو اُمتِ وسطیٰ (بہترین اُمت) کا خطاب دیا ہے اور اس کو تمام دُنیا کے انسانوں کے لیے حجت قرار دیا ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ اس اُمت کا اجماع اصولاً صحیح اور قابلِ قبول ہے چونکہ اس اُمت کے افراد بہترین کردار کے مالک ہیں اس لیے ان کا اجماع کسی غلط عقیدہ اور غلط مقصد پر نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنی خداداد ذمہ داری پر جو فیصلہ کریں گے اس میں عدل اور عام بہتری کا ضروری لحاظ ہو گا"۔

عہدِ نبوت سے لے کر قیامت تک صالح مسلمانوں کی رائے عامہ کا اجماع قابلِ تقلید ہے۔ اجماع کا ہر فیصلہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے واجب التعمیل ہے البتہ اجماع کے لیے شرط یہ ہے کہ صحیح طرز پر بروئے کار آئے۔ مسلمان جس فیصلہ پر جمع ہوں وہ قانونِ الٰہی کے خلاف

نہ ہو۔ جمع ہونے والے اپنے زمانہ کے بہترین انسان ہوں اور ان کو یقین ہو کہ وہ انسانی بہتری کے لیے بے غرضی کے ساتھ اپنا فیصلہ دے رہے ہیں۔ فاسق اور بدکار اشخاص مسلمانوں کی شکل میں مجتمع ہو کر اگر کسی رائے پر جمع ہو جائیں اور وہ رائے اُصولِ دین کے خلاف ہو تو اُس کو قانونِ اجماع کا درجہ حاصل نہ ہوگا۔ (احکام القرآن جلد ۱ ص ۱۰۲-۱۰۳) - (اسلام کا نظامِ حکومت مولانا حامد انصاری - ص ۱۸۵-۱۸۶)

اقسام

۱۔ محل اجماع کے لحاظ سے اجماع کی ایک قسم کتاب و سنت کی نصوص (یعنی مسموع کے نقل) پر اجماع ہے۔ اس کی حجیت میں کسی کو کلام نہیں۔

۲۔ غیر منصوص اور غیر مسموع پر اجماع۔ اس اجماع کی بنیاد در اصل نص یا قیاس صحیح ہوتا ہے اور زیر بحث اجماع کی یہی قسم ہے۔

اس کے متعلق علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"لا یوجد مسئلہ یتفق الاجماع علیھا الا وفیھا نص"

(فتاوی ج ۱۹ - ص ۱۹۵)

(جتنے بھی متفق علیہ اجماعی مسائل ہیں ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس میں نص نہ ہو)۔

"لا یوجد قط مسئالہ مجمع علیھا الا وفیھا بیان من الرسول ولکن قد یخفی علی بعض الناس ویعلم الاجماع فیستدل بہ"

(فتاوی۔ ج ۱ - ص ۱۹۵)

(کوئی بھی مجمع علیہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں نص نہ ہو لیکن بعض لوگوں سے وہ نص تو مخفی ہوتی ہے لیکن اس پر اجماع کا انہیں علم ہوتا ہے اس لیے وہ اس پر اجماع سے استدلال کرتے ہیں)۔

"لکن استقرانا موارد الاجماع فوجدنا کلھا منصوصۃ"

(فتاویٰ ج ۱۹ - ص ۱۹۶)

(ہم نے اجتماعی مسائل کا جائزہ لیا تو سب کو منصوص پایا)۔

۲۔ اجماع کی تقسیم بدیہی اور نظری کے لحاظ سے۔

جیسے کہ پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے ایک اجماع وہ ہے جس میں اُمت مُسلمہ کے ہر عام وخاص کا اتفاق ضروری ہے۔ اور دوسرا وہ ہے کہ جس میں پہلے مرحلے میں مجتہدین صالحین کا اجماع ہوتا ہے اور دوسرے مرحلے میں اُمت کا۔ اس اجماع کو اُس وقت بھی اجماع قرار دیا جائے گا جب کہ اس میں اُمت کے بعض افراد شریک نہ ہوں اور یہ بھی حجت ہوگا۔

"فما اجمع علیه الخواص فالعوام متفقون علی ان الحق فیه ما اجمع علیه اهل الحل والعقد لا یضمرون فیه خلافًا اصلاً ...... ان العصر الاول من الصحابة قد اجمعوا علی انه لا عبرة بالعوام فی هذا الباب"۔

(المستصفی ج ۱ ص ۱۸۲)

۳۔ اجماع کی تقسیم اس کے ثبوت کے لحاظ سے۔ اجماع تصریحی۔ اجماع سکوتی۔

اصل اجماع، اجماع تصریحی ہے اس لیے اسے اجماع عزیمۃ یعنی اصل اجماع قرار دیا گیا ہے اور اجماع سکوتی کو رخصت کا نام دیا گیا ہے۔

" اما العزیمة فالتکلم بما یوجب الاتفاق منهم او شروعهم فی الفعل فیما یکون من باب الفعل علی وجه یکون ذالک موجوداً عن الخاص والعام فیما یستوی الکل فی الحاجة الی معرفته لعموم البلوی العام فیه کتحریم الزنا والربوا وتحریم الامهات واشباه ذالک ویشترک فیه جمیع علماء العصر فیما لا یحتاج العام الی معرفته لعدم البلوی العام لهم فیه کحرمته نکاح المرأة علی عمتها وخالتها وفرائض الصدقات ما یجب فی الزروع والثمار وما اشبه ذالک"۔ (کشف الاسرار۔ ج ۳ ص ۲۲۹)

(ایسی بات کرنا جس سے اس کا اتفاق ثابت ہو یا اگر وہ کرنے کی چیز ہو تو سب کا اسے کرنا ثابت ہو اس طرح سے کہ اگر عوام وخواص سب کو اس کی معرفت کی ضرورت ہے تو سب کا اتفاق ثابت ہو اور اگر سب کو اس کی معرفت کی ضرورت نہیں تو جمیع اہل عصر علما کا اتفاق ثابت ہو (ماحصل)

(باقی بر صفحہ ۵۶)